فُغانِ دَرُوں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ میری ، نفس میرا شعلہ بار ہو گا!!

دلوں کے حکمران

اپنے گردو پیش میں ہونے والے چھوٹے چھوٹے واقعات پہ اگر غور کیا جائے تو بہت سی حقیقتیں کھل کر نظروں کے سامنے آجاتی ہیں۔ایسے ہی بظاہر ایک معمولی سے واقعہ نے مجھے بھی بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔میں فیصل آباد سے چنیوٹ جانے والی ویگن پر سوار تھا۔ مُنحنی سا ایک شخص آ کر میرے ساتھ والی خالی سیٹ پر بیٹھ گیا۔اسے دیکھ کر بید کی خشک شاخ کا تصور ذہن میں ابھر رہا تھا۔اس کے چہرے سے بھی خشک مزاجی مترشح تھی۔اس نے سر اور خشخشی داڑھی کے بالوں کی سفیدی کو سیاہ خضاب سے چھپانے کی کوشش کی ہوئی تھی۔ویگن چل پڑی۔ڈرائیور نے ٹیپ ریکارڈر چلا دیا۔دل کو موہ لینے والی آواز کانوں میں رس گھولنے لگی۔حضور خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کا یہ مشہور زمانہ کلام پڑھا جا رہا تھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اک عجب سا پر کیف سماں بندھ گیا۔دل میں عقیدت کے جذبات مچلنے لگے۔شاید یہ دلکش آواز سب سواریوں کو ہی مسحور کئے ہوئے تھی۔کنڈیکٹر نے کرایہ لینے کے لئے آواز لگائی تو محویت کا یہ تسلسل ٹوٹ گیا۔میری نظر ساتھ والے اس شخص پر پڑی۔اس کے چہرے پر غصے کے آثار محسوس ہو رہے تھے۔میں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دی اور کنڈیکٹر کو کرایہ تھما کر داتا علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت سننے میں محو ہو گیا۔چند اشعار کے بعد پھر ''گنج بخش فیض عالم'' کی صدا سنائی دیتی تو دل کے تاروں کو چھونے لگتی۔آہستہ آہستہ پھر وہی محویت کا سماں طاری ہونے لگا مگر میرے ساتھ والے شخص کی بے چینی نے ایک بار پھر توجہ منتشر کر دی وہ بار بار بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔آخر اس کی اضطرابی کیفیت کا سبب سامنے آ ہی گیا۔اس نے ذرا سا آگے کی طرف ہو کر پورے زور سے ڈرائیور کو آواز دی ''یہ ٹیپ ریکارڈر بند کرو'' وہ بار بار چیخ نما آواز میں اسی جملے کی تکرار کر رہا تھا۔کنڈیکٹر نے کہا: ''تمہیں کیا پریشانی ہے؟ آرام سے بات نہیں کر سکتے۔'' وہ کہنے لگا:

''تمہیں یہ شرکیہ کلمات سنائی نہیں دیتے۔ کسی کو بھی خوف خدا نہیں۔ گنج بخش اور داتا صرف اللہ کی ذات ہے۔ اگر اسے بند نہیں کرنا تو مجھے نیچے اتار دو'' کنڈیکٹر ڈرائیور سے کہنے لگا: ''یار! کوئی اور قوالی وغیرہ لگا دو، اسے بند کردو'' دو تین سواریاں بول اٹھیں: ''یہ کوئی فلمی گانا نہیں۔ داتا گنج بخش کی منقبت ہے۔ اسے بند نہ کرو۔ اس آدمی کو پسند نہیں تو یہ نیچے اتر جائے۔''

حضور داتا علی ہجویری کی منقبت سے چڑنے والے کا غصہ ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ وہ بار بار کہہ رہا تھا ''میرا کرایہ واپس کرواور مجھے نیچے اتار دو'' کنڈیکٹر متذبذب تھا۔ وہ کرایہ واپس کرنے کا نام نہیں لے رہا تھا اور نہ ہی اسے نیچے اتار رہا تھا۔ گاڑی میں سوار سب آدمی بیک زبان کہہ رہے تھے۔ داتا کا ذکر بند نہیں ہونا چاہیے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے۔ مفلوک الحال سے نظر آنے والے ایک بابے نے جیب سے پچاس روپے کا نوٹ نکالا اور کنڈیکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: ''اس کا کرایہ مجھ سے لے لو مگر میرے داتا کا منکر اس گاڑی میں نہیں ہونا چاہیے۔ اسے فوراً نیچے اتار دو'' میں سوچ رہا تھا کہ کنڈیکٹر کرایہ نہیں پکڑے گا۔ مگر میری توقع کے خلاف اس نے بڑے آرام سے پچاس کا نوٹ پکڑا اور دروازے پر ہاتھ مار کر گاڑی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ گاڑی رک گئی۔ پچاس کا نوٹ دینے والے بابے نے کہا: ''میرے داتا تو بڑے خزانے بخشتے ہیں۔ میں اسی داتا کے صدقے یہ کرایہ تمہیں بخش رہا ہوں۔ جاؤ جلدی سے نیچے کی راہ پکڑو'' داتا کے منکر نے ایک نظر اس بوڑھے کی طرف دیکھا اور توبہ توبہ کرتے ہوئے جلدی سے نیچے اترا جیسے ڈراؤنے بھوت اس کا پیچھا کر رہے ہوں۔

میں سوچ رہا تھا کچھ لوگ بظاہر نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ کم ظرف لوگ انہیں مردہ سمجھنے لگتے ہیں مگر ان میں زندگی کی توانائیاں زمین پر چلنے پھرنے والے لوگوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں۔ ایک انگریز مفکر نے حضور خواجہ غریب نواز اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار اقدس پر حاضری دینے کے بعد برملا کہا تھا: ''میں نے ایک (بہ ظاہر) مردہ کو دیکھا جو قبر میں لیٹا ہوا بھی پورے ہندوستان پر حکمرانی کر رہا تھا'' حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ کا ویگن میں سوار ان لوگوں کے ساتھ کوئی نسبی رشتہ نہیں تھا۔ انہوں نے داتا علی ہجویری رضی اللہ عنہ کی زیارت نہیں کی تھی۔ داتا ہجویری رضی اللہ عنہ نے ظاہری مال و دولت کے خزانے دے کر ان لوگوں کو اپنا گرویدہ نہیں بنایا تھا۔ چمگادڑ کو آفتاب نصف النہار نظر نہ آئے تو اس میں سورج کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اللہ والے قبروں میں بھی زندہ ہیں اور زندہ انسانوں پر بھی حکومت کر رہے ہیں۔

کسی کی شناخت اس کی نسبی اولاد سے ہوتی ہے۔ تلامذہ کا وسیع حلقہ بھی اپنے اساتذہ کی شناخت کا باعث ہوتا ہے۔ خلفاء و مریدین بھی اپنے سلسلۂ طریقت کے بانی کی پہچان ہوتے ہیں۔ مصنفین کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کی کتابیں ان کے نام کو زندہ رکھنے کا باعث ہوتی ہیں۔ حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ کی نسبی اولاد نہیں تھی۔ جسے ان کی پہچان کا ذریعہ قرار دیا جا سکے۔ شب و روز آپ کے مزار پر حاضری دینے والے ان کے سلسلۂ طریقت سے وابستہ لوگ نہیں۔ یہاں آپ کے حلقۂ تلمذ سے منسلک لوگوں کا ہجوم نہیں ہوتا۔ آپ کی تصانیف میں سے محفوظ رہ جانے والی واحد کتاب کشف المحجوب ہے جو ہزاروں کتابوں پہ بھاری ہے اور آپ کی

سوانحیات میں بھی بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے مگر صرف وہ کتاب ہی لوگوں کی عقیدت کا سبب قرار نہیں دی جا سکتی۔ ان کی چوکھٹ پر سلام عقیدت کے نذرانے پیش کرنے والے لاکھوں افراد میں بہت سے تو کشف المحجوب کے نام سے ہی واقف نہ ہوں گے۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی عقیدت و محبت کی وجہ مذکورہ عوامل نہیں ہو سکتے تو آخر وہ کونسی چیز ہے جو لاکھوں دلوں کو کھینچے یہاں لا رہی ہے۔ یہ تو خدائی انتظام ہے جس کا بیان محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو پھر جبریل کو فرماتا ہے کہ (اے جبرئیل!) بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تو بھی اسے اپنا محبوب بنا لے تو جبریل بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور جبرئیل آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تو (اے ملائکہ!) تم بھی اس سے محبت کرو پھر زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (اور اہل زمین کے دل اس بندہ محبوب کی محبت کے اسیر ہو جاتے ہیں۔)

(صحیح البخاری، کتاب بدأ الخلق، رقم الحدیث: 3209)

مثنوی میں مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتنی پتے کی بات فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کا پردہ ظاہر فرمانا چاہتا ہے تو اسے پاک لوگوں پر طعنہ زنی کے کام میں لگا دیتا ہے۔ حضور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ منکر بھی اسی طرح خاموش بیٹھا رہتا تو کسی کو اس کے خبث باطنی کا پتہ نہ چلتا۔ کوئی اس سے نہ الجھتا۔ کوئی اسے برا بھلا نہ کہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اس کی پردہ دری منظور تھی کہ اسے اللہ کے مقبول بندوں سے محبت بھی شرک نظر آنے لگی۔ کسی کو اللہ والوں سے محبت ہو جائے، یہ اس بات کی علامت ہوا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس محبت کرنے والے کے شامل حال ہے اور کوئی اللہ والوں پر طعنہ زنی کو اپنا شیوہ بنا لے تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہوا کرتی ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو گیا ہے۔ ذوالخویصرہ تمیمی بھی نماز پڑھنے والا، تلاوت قرآن کرنے والا، لمبی لمبی داڑھی رکھ کر خود کو متقی ظاہر کرنے والا شخص تھا۔ مگر غضب الٰہی میں جکڑا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کو نشانہ اعتراض بنا ڈالا۔ اور دنیا و آخرت کی رسوائی مول لے لی۔ آپ تاریخ میں نظر دوڑائیں بڑے بڑے علم و فن کا دعویٰ کرنے والے زاہد و پارسا نظر آنے والے غضب الٰہی کی زد میں آتے ہیں تو ان کے چند جملے زندگی بھر کی عبادت و ریاضت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ انبیا و اولیاء کرام کی شان میں ایسے کلمات استعمال کرتے ہیں کہ ایمان والوں کے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر بدبختی نے انہیں اس طرح گھیرا ہوتا ہے کہ وہ اپنی زبان سے نکلی ہوئی باتوں پر ڈٹ جاتے ہیں اسے حرف آخر بلکہ اپنا عقیدہ اور نظریہ بنا لیتے ہیں، خود تو تباہ و برباد ہوتے ہیں مگر نہ جانے کتنے کم عقل لوگوں کو اپنے ساتھ جہنم کی راہ پر لے کر چل پڑتے ہیں۔ وہ خود کو عقل کل سمجھتے ہیں مگر درحقیقت انبیاء و اولیاء کی گستاخی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان سے شعور اور سوچنے سمجھنے کی صلاحتیں سلب کر لیتا ہے۔ مجھے جہاں مفلوک الحال سے نظر آنے والے اس بوڑھے کے جذبہ عقیدت پر رشک آ رہا تھا وہیں اس کنڈیکٹر کی کم ہمتی اور ہلکی سوچ پر بھی حیرت ہو رہی تھی۔ اس کے نزدیک پچاس روپے ہی اہم تھے۔ کوئی شخص اسے پچاس روپے کرایہ دے دے پھر اسے کوئی پرواہ نہیں چاہے وہ داتا علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے والوں

پر کفر وشرک کے بم برساتا رہے۔ایک کنڈ یکٹر کی کیا بات ہے آج تو عوام میں ، مذہبی قائدین میں ، سیاسی راہنماؤں میں ، لیلی اقتدار پر قبضہ جما کر حکومت کرنے والوں میں کہیں بھی دیکھ لیں دینی ولولے نظر نہیں آئیں گے ۔ایمانی حرارتیں محسوس نہیں ہوں گی ۔ چند ٹکوں کی خاطر دین وایمان کے سودے کر دیئے جاتے ہیں ۔ چھوٹے چھوٹے ذاتی مفادات کے لئے شر پسندوں کو دین وایمان پر حملے کرنے کی کھلی چھٹی دے دی جاتی ہے ۔ دولت کی چمک دمک میں آنکھوں کو کچھ نظر نہیں آتا۔ دین وایمان کے راہزن دن دیہاڑے سب کچھ لوٹتے چلے جاتے ہیں مگر کسی کو احساس زیاں تک نہیں ہوتا۔

ملکی سیاست میں عجیب تماشے ہوتے ہیں۔جنہیں اقتدار مل جائے وہ اقتدار سے چمٹے رہنا ہی اپنا مقصد حیات بنا لیتے ہیں۔ملک کو دیوالیہ کر کے آنے والی کئی کئی نسلوں کے لئے خزانے جمع کرتے رہنا ہی ان کا مشن بن جاتا ہے۔ان کے سیاسی مخالفین بھی تخت حکومت حاصل کر لینا ہی باعث افتخار سمجھتے ہیں۔سب اقتدار کی دوڑ میں لگے ہوتے ہیں۔ملک میں آئے دن خونی کھیل جاری رہتے ہیں۔دہشت گرد دندناتے ہوئے پھر رہے ہیں۔وطن عزیز کی گلیوں کو خون سے رنگین کیا جا رہا ہے۔پورے عالمِ اسلام میں ہی مسلمان زبوں حالی کا شکار ہیں۔مسلمانوں کے خون کو ارزاں کر دیا گیا ہے۔مگر حکمران اور سیاستدان حکومت ودولت کے نشے میں چور رہتے ہیں۔جس حکومت واقتدار کے لئے ،جن جائیدادوں کے لئے ، مال ودولت کے جن انباروں کے لئے ، ان لوگوں کی دوڑیں لگی ہوئی ہیں۔وہ سب چیزیں تو فانی ہیں یہیں رہ جانے والی۔کبھی یہ اللہ والوں کی حکمرانی کا منظر بھی تو دیکھیں جو زندگی میں بھی بے مثل حکمرانی کرتے ہیں اور قبر میں جا کر بھی ان کی حکمرانی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔جن کی حکمرانی صرف ظاہری اجسام پر نہیں بلکہ دلوں پر بھی ان کی حکومت کا سکہ چلتا ہے۔دریا کی مچھلیاں بھی ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتی ہیں۔ یہ ہیں اصل حکمران ، دلوں کے حکمران ، دنیاوی حکومتیں جن کے قدموں کی ٹھوکر پر ہوتی ہیں۔ کاش ہم سب کو ہمارے حکمرانوں کو ہمارے قائدین اور راہنماؤں کو ان حقیقتوں کا ادراک ہو جائے تو آج بھی ہمارا وہ وقار واپس آ سکتا ہے۔ جو ہمارے اسلاف کی پہچان ہوا کرتا تھا......

ان شاء اللہ العزیز اگلے شمارے میں پھر آپ سے باتیں ہوں گی۔محبتوں ، جذبوں ، الفتوں ، شکائتوں کے اسی چوراہے پر ، آہ وفغاں کے اسی شور میں۔

فقط والسلام مع الاکرام

آپ کی آراء ، مشوروں ، کرمفرمائیوں کا منتظر

ابوالحسنین رضوی

25 محرم الحرام 1436ھ

19 نومبر 2014ء بروز بدھ ایک بج کر گیارہ منٹ